اسلام کا نظامِ شہادت

جناب حکیم شیخ محمد عبد الواحد صاحب۔ سیالکوٹ

اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں قرآن حکیم صرف تلاوت کرنے کی کتاب ہی تصور نہیں کی جاتی تھی، بلکہ وہ مسلمانوں کی دینی، اخلاقی، قانونی، اقتصادی، معاشی یہاں تک کہ سیاسی اقدار کے لیے بھی مشعلِ راہ تھی۔

اسی کتاب کی عظمت و برکت نے قیصر و کسریٰ جیسی اپنے زمانہ کی بڑی طاقتوں کو سرنگوں کیا۔ مسلم شریف میں حدیث آئی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِھَا اٰخَرِیْنَ۔ اللہ تعالیٰ اسی کتاب کے ذریعے کچھ لوگوں کو ارفع مقام سے نوازتا ہے اور اسی سے دوسروں کو سرنگوں کر دیتا ہے۔

قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی عزت و عظمت اُس دور میں پورے اقوامِ عالم میں صرف اس لیے تھی کہ اُن کا دستورِ عمل صرف اور صرف کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل تھا۔

آج جب ہمارا تمام نظامِ حیات غفلت و معصیت کا شکار ہے تو اُس کا نتیجہ ذلت و خواری کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔

ہم اسلام کا نام تو بہت لیتے ہیں لیکن اسلام پر عمل بہت کم کرتے ہیں یا کرتے ہی نہیں۔ حدیث میں آتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یاْتی علی الناس زمان

لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ - ایک ایسا زمانہ آئے گا جب کہ اسلام کا صرف نام ہی باقی رہ جائے گا اور قرآن کے صرف نقوش ہی رہ جائیں گے۔ (بیہقی۔ مشکوٰۃ)

یا ہم نفاذِ اسلام کا مطالبہ کرتے ہیں تو اس میں یہ تمنا رکھتے ہیں کہ اسلام ملک کے تمام باشندوں پر نافذ ہو جائے صرف مجھے مستثنیٰ قرار دے دیا جائے تو ایسی تمنا مسلمانوں کا شیوہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً (اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ) - یہ ہرگز درست نہیں کہ اپنے مفاد کی خاطر کچھ کو مان لیا اور کچھ کا انکار کر دیا۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ

اسلام نے قانونِ شہادت کو بھی واضح طور پر بیان کیا ہے، کیونکہ شہادت پر ہی اکثر و بیشتر فیصلہ کا انحصار ہوتا ہے۔ شہادت کا نصاب مختلف مقدمات میں مختلف ہے۔ جبکہ مروجہ برطانوی قانونِ شہادت میں شہادت کا کوئی نصاب نہیں۔ سوائے اس کے کہ دو گواہ ہوں۔ مرد اور عورت کی کوئی تمیز نہیں۔ مسلمان و کافر کی کوئی قید نہیں۔ فوجداری و دیوانی کی کوئی رعایت نہیں۔ معاملات و عبادات کی کوئی تفریق نہیں اور گواہ کے لیے عادل و صالح ہونے کی کوئی شرط نہیں۔ بس صرف اور صرف دو گواہ ہوں۔

یہ قانونِ شہادت برِّصغیر پاک و ہند میں غالباً ۱۸۷۲ء میں نافذ کیا گیا اور آج ہم سب اس کے تحت ایک سو گیارہ سال سے اپنے مقدمات کے فیصلے کرا رہے ہیں۔ اس قانونِ شہادت میں یہ قابلِ ذکر نکتے ہیں:

ایک عورت کی شہادت ایک مرد کے برابر۔ دو عورتوں کی شہادت دو مردوں کے برابر۔ ایک نیک عورت کی شہادت ایک فاحشہ عورت یا بدکار مرد کے برابر۔ ایک نیک مرد کی شہادت ایک فاحشہ عورت یا بدکار مرد کے برابر۔ ایک مسلمان مرد یا عورت کی شہادت ایک کافر مرد یا عورت کی شہادت کے برابر۔

اس قانون کے نقائص بہت زیادہ ہیں لیکن سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ کرایہ کے گواہوں

کا بازار گرم رہتا ہے۔ اور شہادت کو بطورِ تجارت اپنایا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں انصاف بکتا ہے۔ بغض، حسد، کینہ اور عداوت پھیلتی ہے۔ اور جب انصاف آسانی سے میسر نہیں آتا تو ظلم و ستم کا لامتناہی دور شروع ہو جاتا ہے۔ باپ کا دائر کیا ہوا مقدمہ پوتے کو بھگتنا پڑتا ہے۔ یا جب فیصلہ سنایا جاتا ہے تو مدّعی قبر میں پہنچ چکا ہوتا ہے۔

اب لیجیے اسلام کے قانونِ شہادت کو، جسے قرآن نے بتایا اور حدیث نے سمجھایا۔ شریعتِ مقدسہ اسلامیہ نے ثبوتِ جرم کے لیے گواہوں کا نصاب مقرر کیا ہے۔ جب تک نصاب پورا نہ ہوگا۔ اس وقت تک اُسے ثبوت کا درجہ نہیں دیا جائے گا۔ نصابِ شہادت کا مسئلہ اجتہادی مسئلہ نہیں ہے جس میں اختلاف کی گنجائش ہو بلکہ یہ قرآن و سنّت کی واضح تعلیمات سے ثابت ہے۔ اگر کسی مقدمے کا فیصلہ شریعتِ مقدسہ اسلامیہ کے مطابق کرنا ہے تو اس کے لیے مقررہ نصابِ شہادت کا پورا کرنا لازمی اور از حد ضروری ہے۔

نصابِ شہادت کی چار قسمیں بیان کی گئی ہیں:۔

۱۔ صرف زنا سے متعلق شہادت کا نصاب۔

۲۔ زنا کے بعد باقی حدود اور قصاص میں شہادت کا نصاب۔

۳۔ عام معاملات اور حقوق میں شہادت کا نصاب۔

۴۔ مخصوص نسوانی معاملات میں شہادت کا نصاب۔

۱۔ زنا کے لیے نصابِ شہادت

فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔ وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ (اور تمہاری بیویوں میں سے جو عورتیں بدکاری کی مرتکب ہوں تو تم ان عورتوں کے خلاف اپنوں میں سے چار مردوں کی گواہی لاؤ) ۔ سورۃ نساء آیت ۱۵ ۔

اس آیت کریمہ میں مندرجہ اُمور کی تصریح ہوگی:

ا۔ ثبوت زنا کے لیے چار مرد گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔

ب۔ چاروں مردوں کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔

ج۔ چار مردوں سے کم یا تین مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے بھی نصابِ شہادت مکمل نہیں ہوگا۔ چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمٰنِينَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا ۚ وَّأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ۝

(اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں اور پھر چار گواہ اپنے دعوے پر نہ لاسکیں۔ تو ایسے لوگوں کو اسی دُرّے مارو اور آئندہ کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو۔ اور یہ لوگ فاسق ہیں)۔ سورۂ نور آیت ۴

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا کا الزام لگانے والے کو حکم دیا ہے کہ:

ائتِ بِاَربعةٍ يَشْهَدُونَ عَلٰى صِدْقِ مَقَالَتِكَ وَإِلَّا فَحَدٌّ فِي ظَهْرِكَ۔

(ایسے چار آدمی لاؤ جو تمہارے بیان کی صداقت پر گواہی دیں، بصورت دیگر تمہاری پیٹھ پر دُرّے لگائے جائیں گے (کتاب الفقہ جلد ۵ ص ۱۲۲)۔

تو ایسے لوگوں کو حدِ قذف کی سزا دی جائے گی۔ اور ان کی گواہی سے زنا ثابت نہیں ہوگا۔ شریعتِ مقدسہ اسلامیہ نے جس طرح چار مردوں سے کم کی گواہی کو قبول نہیں کیا ایسے ہی مطلقاً عورتوں کی گواہی کو بھی قبول نہیں کیا۔ ایسی صورت میں یہ کہنا صحیح نہیں کہ عورتوں کی حق تلفی ہوئی ہے۔ بلکہ اسلامی شریعت نے صنفِ نازک کو عدالتی جرح و تعدیل میں پڑنے سے محفوظ فرمایا ہے۔ اور خصوصاً آج کل گواہوں کی جرح کے سلسلے میں جو جو غلیظ اور ناقابلِ بیان نکات اٹھائے جاتے ہیں اور عینی شہادت کے جو اُلٹے سیدھے سوالات کیے جاتے ہیں اُن سے عورت کو بالکل آزاد اور الگ تھلگ رکھا گیا ہے۔ جس سے عورت کی عزت و عفت اور شرم و حیا عام پبلک میں نشر نہیں ہوتی۔ جب کسی عورت کا بیانِ شہادت ہوتا ہے تو عدالت کے اندر و باہر مقدمے کی سماعت کے لیے ہجوم برپا ہوجاتا ہے۔ اخبارات کے اندر خوب زوردار خبریں شائع ہوتی ہیں۔ غور فرمایئے اسلام نے

معاشی طور پر جس معاشرے میں محرومیاں، ناہمواریاں، دکھ درد اور گلے شکوے پائے جاتے ہوں، وہ جارحیت کاروں کے لیے مضبوط قلعہ ثابت نہیں ہو سکتا۔

ہمارے ہاں سب سے بڑی بلائے بے درماں جاگیرداری اور وڈیرہ ازم ہے۔ دو بار "زرعی اصلاحات" کا شور ہوا، مگر کوئی مرد کار یا گروہِ عزیمت مند ایسا نمودار نہ ہوا جو اس قوتِ غارت گر کے گڑے ہوئے پنجوں کو معاشرے کی گردن سے الگ کر سکے۔ جاگیردار اور وڈیرے ایک طرف ... پال رکھتے ہیں اور جرم و جفا کا ہنگامہ گرم رکھتے ہیں، پھر اپنی اس تخریبی قوت کے ساتھ اپنی دولت کے زور کو ملا کر خوشامدانہ انداز سے اربابِ جاہ کو رام کرتے ہیں۔ ا... ... ... قی سے بیوروکریسی، سو اپنے دوہرے رسوخ کے ذریعے ان کو ایسے ذاتی ملازمین میں بدل لیتے ہیں جو ان کے اشارہ ابرو پر حکومت کے قوانین، ضوابط، مقاصد اور منصوبوں کا بھی حلیہ بگاڑتے ہیں اور عوام کو بھی ان کے سامنے کالانعام بنا دیتے ہیں۔ پھر ان جاگیرداروں وڈیروں کے الگ الگ جتھے بن جاتے ہیں۔ اور یہ جتھے آپس میں قوت آزمائی کرتے ہوئے زیر و زبر ہوتے رہتے ہیں۔ ان جاگیرداروں اور وڈیروں کا ایک بڑا حربہ یہ بھی ہے کہ یہ آس پاس کے مزاروں اور درگاہوں کو مرکزِ عقیدت بناتے ہیں۔ اور گدی نشینوں اور مجاوروں کا خوب پیٹ بھرتے ہیں۔ اپنے دائرہ اثر میں علما (خصوصاً چھوٹے چھوٹے خطیبوں اور اماموں) کو استعمال کرتے ہیں۔ ا... پوری طرح مسخر نہ ہوں ان کو نہ کسی کچھ کام کرنے کا موقع دیتے ہیں، نہ حق بات کہنے کا اذن۔ اس طرح جاگیرداریوں اور وڈیرہ ازم کی جابجا سلطنتیں (سلطنت در سلطنت) قائم ہو جاتی ہیں۔ پھر یہ لوگ ووٹوں کی منڈی کے آڑھتی بن کر بیٹھتے ہیں اور یا تو خود انتخابات میں آتے ہیں یا اپنے مہروں کو آگے بڑھاتے ہیں۔ اور اصلاح و تعمیر چاہنے والی ہر شریف و دیانت دار قوت کا راستہ مسدود کر دیتے ہیں۔ پاکستان میں سیاست و جمہوریت کا حلیہ جس طرح بگڑا ہے اس میں بہت بڑا حصہ جاگیرداروں اور وڈیروں کا ہے۔ سندھ کی خرابی احوال کی ذمہ داری خاصی بڑی حد تک ان لوگوں پر عاید ہوتی ہے۔ اس سیاست بگاڑ، اخلاق شکن اور خیانت آموز قوت کا زور توڑے بغیر پاکستان صلاح و فلاح سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا۔